علامہ شمس الحق افغانی مدظلہٗ ۔ جامعہ اسلامیہ ۔ بہاولپور

خداوند تعالیٰ کے وجود پر

فلاسفہ اور ائمہ اسلام کے دلائل

اسلام کے بنیادی اصول اور سائنس

قسط ۲

اس سے قبل جو بارہ دلائل اثبات وجود باری پر پیش کئے گئے وہ فلسفہ جدید کے تحت پیش کئے گئے، جن کو سائنسی دلائل کہا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ قدیم فلسفہ یونان کی اکثریت وجود باری کی قائل ہے، اور انہوں نے اپنے فلسفہ کی روشنی میں اثبات باری تعالیٰ پر دلائل پیش کئے۔

دلیل حدوثی | ا۔ حدوثی دلیل جس کا حاصل یہ ہے کہ کل کائنات کی حقیقت یا جسم ہے۔ جیسے عناصر اربعہ باد، خاک، آب و آتش۔ افلاک، ستارے، مرکبات، معدنیات، نباتات، حیوانات، انسان یا جسم سے قائم چیزیں مثلاً گرمی سردی، سختی نرمی، سیاہی سفیدی، اور جسم حادث یعنی نو پیدا ہے۔ کیونکہ ہر جسم مرکب ہے، یعنی اجزاء کے جوڑ سے پیدا ہوا ہے، اور جس چیز کے لئے جوڑ ہو اس کے لئے توڑ بھی ہوتا ہے اور توڑ سے مرکب کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے جسم حادث اور قابل عدم ہے۔ اس کے علاوہ جسم تغیر پذیر ہے۔ کبھی گرم کبھی سرد کبھی نرم کبھی سخت کبھی سیاہ کبھی سفید ہے۔ اور جس چیز میں صفات کا تغیر ہوتا ہے اس میں عدم اور وجود کا تغیر بھی آسکتا ہے کہ معدوم سے موجود اور موجود سے معدوم ہو جائے۔ اس لئے جسم حادث ہے اور مادہ میں بھی یہی اوصاف پائے جاتے ہیں، لہٰذا وہ بھی حادث قرار پایا۔ جب عالم حادث ٹھہرا، تو اس کے لئے احداث اور ایجاد کرنے والا ضروری ہے۔ اگر عالم کا موجد بھی حادث ہو تو اس کے لئے بھی پیدا کنندہ اور محدث کی ضرورت ہو گی اسی طرح تسلسل لازم آئے گا، یعنی لامتناہی سلسلہ کا وجود جو دونوں فلسفوں کے لحاظ سے محال ہے۔

لہٰذا محدث عالم ایسی ذات ہوگی جو حادث نہ ہو بلکہ قدیم ہو۔ اور اس ذات کے لئے ضروری ہوگا کہ علم و حکمت سے موصوف ہو، کیونکہ اس قدر عظیم پُر حکمت عالمی مشین کے لئے کسی بے سمجھ ہستی کا کام نہیں۔ جبکہ معمولی میز بھی بے سمجھ جماد یا حیوان نہیں بنا سکتا۔ اور اس ذات کا حیات اور ارادہ کے اوصاف سے موصوف ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ حیات اور ارادے کی صفتوں کو انسان میں پیدا کر سکے۔ ایسی ذات صرف خدا ہے، لہٰذا خدا کا وجود ثابت ہُوا۔

دلیل امکانی | ۲۔ فلسفۂ یونان کا متفقہ فیصلہ ہے۔ اور جدید فلسفہ بھی اس سے متفق ہے کہ جب وجود کو کسی چیز کی طرف منسوب کیا جائے یا عدم کو۔ تو یا اس چیز کا وجود یعنی ہونا ضروری ہوگا، یا عدم اور نہ ہونا ضروری ہوگا۔ ہونا اور نہ ہونا دونوں غیر ضروری ہونگے۔ پہلی چیز کا نام واجب الوجود یعنی خدا ہے۔ دوسری چیز کا نام محال اور ممتنع ہے جیسے دو دونے پانچ یا دو نقیضوں مثلاً ایک کپڑے کا بیک وقت سیاہ و سفید ہونا۔ تیسری چیز ممکن ہے، مثلاً انسان کا کوئی فرد مثلاً زید کہ اس کا ہونا نہ ہونا دونوں ضروری نہیں اگر ہونا ضروری ہوتا، تو اس کے وجود سے پہلے اس کا عدم نہ ہوتا۔ اور مرنے کے بعد بھی اس کا عدم نہ ہوتا۔ اور عدم بھی ضروری نہیں ورنہ زید کبھی بھی موجود نہ ہوتا۔ اس لئے تمام کائنات تیسری قسم یعنی ممکنات میں داخل ہیں کہ ان کا ہونا بھی ضروری نہیں اور نہ ہونا بھی ضروری نہیں بلکہ کائنات کا ہونا نہ ہونا کسی علت کی وجہ سے ہوگا، لیکن وہ علت اور سبب کائنات ممکن نہ ہوگا، ورنہ اس کے لئے دوسری علت کی ضرورت ہوگی۔ اور لامتناہی سلسلہ کا وجود لازم آئے گا۔ جو محال ہے۔ تو ضرور وہ علت واجب الوجود ہوگی۔ اور وہی خدا ہے۔ ممتنع کا تو خود وجود نہیں اس لئے وہ کسی ممکن کو وجود قطعاً نہیں دے سکتا۔

دلیل بالذاتی | ۳۔ ممکنات عالم کے لئے وجود یا اس کی ذاتی صفت ہوگی اور خانہ زاد ہوگی۔ یا عارضی اور بیرونی علت کی وجہ سے وجود ممکنات میں آیا ہوگا۔ تیسری کوئی صورت نہیں۔ پہلی صورت صحیح نہیں، کیونکہ ذاتی صفت لازوال ہوتی ہے۔ اور موصوف سے زائل نہیں ہوتی۔ جیسے آگ کی گرمی کہ آگ سے جدا نہیں ہوتی۔ جب تک آگ ہوگی تو گرمی ضرور ہوگی، لیکن ممکنات عالم سے وجود الگ ہو سکتا ہے انسان نبات میں ہر ایک کبھی موجود ہے تو کبھی نہیں، جو ان تینوں کا حال وہ تمام اجسام عالم اور کائنات کا بھی حال ہے کہ سب ممکن ہے، اور سب اجسام ہیں تو جب وجود کی جدائی انسان حیوان نبات سے ہو سکتی ہے تو دیگر ممکنات سے بھی ہو سکتی ہے تو کائنات اور ممکنات کی حالت وجود کے لحاظ سے ایسا ہے جیسے گرمی پانی کے لئے کہ پانی کے

ساتھ کبھی گرمی ہوتی ہے ، جبکہ اس کو گرم کیا جائے ۔ اور کبھی نہیں ہوتی جب ٹھنڈا ہو ۔ لہٰذا ممکنات ذاتی صفت نہیں عرضی ہے ۔ جیسے پانی کی گرمی عرضی صفت ہے ۔ یہ ضروری ہے کہ اسی عرضی صفت کی علت سے سوال کیا جائے ۔ مثلاً پانی کے متعلق یہ سوال ہو سکتا ہے کہ پانی کیوں گرم ہے کیونکہ گرمی پانی کی ذاتی صفت نہیں لہٰذہ گرمی کی علت سے سوال کیا جاسکتا ہے ۔ جسکا جواب یہ ہوگا کہ آگ نے پانی کو گرم کیا ہے ۔ لیکن آگ کے متعلق یہ سوال غلط ہے کہ آگ کیوں گرم ہے ، کیونکہ گرمی آگ کی ذاتی صفت ہے اور ذاتی صفت ذات کے ساتھ لازم ہوتی ہے کہ کسی علت کی وجہ سے ذات میں نہیں ہوتی اسی طرح ممکنات کا وجود چونکہ ذاتی نہیں لہٰذہ سوال ہوگا ۔ کہ ممکنات عالم کیوں موجود ہیں ۔ جواب یہ ہوگا ۔ کہ واجب الوجود خدا نے اس کو وجود دیا اور اسی کی وجہ سے موجود ہیں ، تو آگے سوال نہ ہوگا ، کہ واجب الوجود کیوں موجود ہے ۔ کیونکہ آگ کی گرمی کیطرح وجود خدا کی ذاتی صفت ہے کہیں عارضی نہیں ، لہٰذا ممکنات کے وجود کا سوال اس وجود کی علت یعنی خدا پر ختم ہوا اور خدا کے وجود کا سوال بالذات ہونے کی وجہ سے کیونکر ذریعہ نہیں کہا جاسکتا ۔ کہ وجود باری تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے ۔ کسی بیرونی علت سے اسکی آمد نہیں ہوئی اس لئے خدا کی ہستی ثابت ہوئی ۔

۴۔ دلیل نفسیاتی حبی | محبوبات کی دو قسمیں ہیں ۔ اول محبوب غیر کامل مثلاً جان ، مال ، اولاد ، بیوی اور عزت وجاہ ۔ یہ محبوبات اس لئے غیر کامل ہیں کہ زوال پذیر ہیں ۔ محبوب کامل رب العالمین جو تمام محبوبات غیر کاملہ اور تمام انسانی نعمتوں کا سرچشمہ ہے اور غیر کامل محبوب کی محبت محبوب کامل کی نسبت ناقص ہوتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں انسان نے اللہ کی محبت کی راہ میں ان پانچ محبوبات غیر کاملہ جان ، مال ، اولاد ، بیوی اور جاہ کو قربان کیا ہے ۔ کیونکہ کامل محبوب کی راہ میں ناقص محبوب کی قربانی ایک فطری امر ہے ۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ محبت غیر کاملہ کا محبوب موجود ہے ، جان مال اولاد بیوی عز وجاہ سب موجود ہیں ۔ کیونکہ معدوم چیز محبوب بن نہیں سکتی ۔ تو محبوب کامل یعنی خالق عالم کیونکر معدوم ہوگا ۔ جبکہ معدوم محبوب بننے کے قابل نہیں ۔ لہٰذا محبوب کامل زندہ اور موجود ہے محبوب ناقص اس کے مقابلہ میں مردہ کی طرح ہے ۔ بقول حضرت رومیؒ ؎

عشق با مردہ نباشد پائدار — عشق را باحیّ و با قیوم دار

غرق عشق شو کہ غرق ہست اندریں — عشق ہائے اولین و آخرین

۵۔ نفسیاتی دلیل التجائی | دنیا میں کمزور ، ضعیف اور مظلوم افراد کی تعداد زیادہ ہے اور قوی ظالم افراد کی تعداد کم ہے ۔ جو ضعیفوں پر ظلم کرتے ہیں ۔ لیکن ان سے مظلوم انتقام نہیں لے سکتا ۔

اس لئے اگر قاہر وجابر قوت یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کا عقیدہ اور تصوّر موجود نہ ہو۔ تو مظلوم کے لئے کوئی سہارا باقی نہیں رہے گا۔ اور مظلوم کا دل ناامیدی اور قنوطیّت کے باعث ٹوٹ جائے گا۔ اور اس کے ضعف اور ٹوٹے ہوئے دل کے لئے کوئی سہارا نہ رہے گا، جس سے اسکی قلبی قوت فنا ہو جائے گی۔ اس لئے عقیدہ ثبوت باری فطرت کا تقاضا ہے۔ تاکہ وہ مظلوموں کے ٹوٹے ہوئے دلوں کے لئے مرہم کا کام دے۔ اور اس کو ناامید نہ ہونے دے۔ اور ان کو اس جذبہ کے تحت آمادہ عمل کردے کہ اللہ کی قوت انقلاب پیدا کرکے اسکی امداد کرے گی۔ لہٰذا ناامید نہ ہوں۔ اور جوشِ عمل کو زندہ رکھیں۔ اسی عقیدہ اثباتِ باری نے ہمیشہ انسانی تاریخ میں بےکسوں اور مظلوموں کو جرأت دلائی ہے۔ اور اسی نے مظلوموں کو طاقت ور ظالموں پر غالب کیا ہے۔

۶۔ **دلیل غرقی نفسیاتی** | ذیل کے چھ دلائل بزرگانِ دین نے عام فہم سائنس کی شکل میں ارشاد فرمائے ہیں جو تفسیر کبیر میں مذکور ہیں، جن میں سے ایک دلیل غرقی ہے۔ امام جعفر صادقؓ سے کسی نے پوچھا۔ کہ خدا کے وجود پر کیا دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم سمندر میں کشتی پر سوار ہو اور کشتی ایسی ٹوٹ جائے کہ اسکی ایک تختی بھی تمہارے ہاتھ میں باقی نہ رہے۔ اور ڈوب جانے کا قوی خطرہ پیدا ہو جائے تو کیا اس وقت بھی تم کو غرق ہونے سے بچنے کی کوئی امید باقی رہتی ہے کہا کہ امید تو باقی رہتی ہے۔ فرمایا کہ امید کا ظاہری سہارا تو موجود نہیں پھر بھی امید باقی ہے۔ یہ امید پوشیدہ جس سہارے کی وجہ سے باقی ہے وہی خدا ہے۔ جو ضمیر کی گہرائی میں موجود ہے۔

۷۔ **دلیل فلکی** | امام اعظم ابوحنیفہؒ کو ایک ملحد کے ساتھ مناظرہ میں بلایا گیا۔ وہ مناظرہ کرنے کے لئے دیر سے پہنچے۔ آپ سے تاخیر کی وجہ پوچھی گئی۔ آپ نے فرمایا میرا مکان دریائے دجلہ سے پار تھا، کشتی موجود نہ تھی، انتظار کیا۔ یہاں تک کہ درخت کٹ کر کشتی خود بخود تیار ہوئی۔ پھر خود بخود میرے پاس کنارے پر پہنچی۔ میں سوار ہوا، تو خود بخود چلنے لگی، یہاں تک کہ میں پار ہوا۔ ملحد نے کہا کہ یہ پاگلوں کی سی باتیں ہیں۔ کشتی نہ خود بخود بن سکتی ہے نہ ملاح کے بغیر خود بخود چل سکتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے تیری عقل میں فتور ہے۔ امام اعظمؒ نے فرمایا اس سے بڑا پاگل پن تم میں موجود ہے کہ جب چھوٹی سی کشتی کے لئے خود بن جانا اور خود بخود چلنا نامعقول ہے، تو کائنات کی یہ عظیم الشان کشتی خود بخود کیسے بنی اور خود بخود کیسے چل سکتی ہے۔ ملحد لاجواب ہوا۔ اور خدا کی ہستی کا اُسے اقرار کرنا پڑا۔

۸۔ **دلیل صوتی** | امام مالکؒ سے باری تعالیٰ کے وجود پر دلیل دریافت کی گئی۔ آپ نے آوازوں کے اختلاف سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال کیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تمام اولادِ آدم میں سے ہر فرد

کی آواز دوسرے سے مختلف ہے۔ اور آج تک اور اسی طرح آئندہ بھی دو آدمیوں کی آوازیں ایک جیسی ہو بہو نہیں۔ حالانکہ جس ہوا کے تموج سے آواز کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ وہ ایک ہے گلے کی ساخت بھی ایک جیسی ہے۔ کروڑوں اور اربوں آوازوں میں یہ باریک فرق خدائے حکیم کی بہترین صنعت کاری کی دلیل ہے۔ اور یہ ایک ایسا عمل ہے شعور مادہ سے منسوب کرنا نادانی ہے۔

۹۔ دلیل توتی | امام شافعیؒ سے جب وجود باری تعالیٰ کی دلیل طلب کی گئی۔ تو آپ نے درخت توت کے ورق اور اس کے پتہ کو دلیل میں پیش کیا۔ کہ توت کی پتی ایک جیسی ہے، لیکن جب اس کو اونٹ کھاتا ہے تو اس سے مینگنی پیدا ہوتی ہے۔ اور ریشم کا کیڑا اس کو کھاتا ہے تو اس سے ریشم پیدا ہوتی ہے۔ اور جب شہد کی مکھی کھاتی ہے تو شہد پیدا ہوتا ہے۔ اور جب آہو ختن اسے کھاتا ہے تو اس سے مشک اور کستوری پیدا ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ دلیل بیضی | امام احمدؒ سے ثبوت باری کی دلیل دریافت کی گئی تو آپ نے مرغی کے انڈے سے بچہ نکالنے پر استدلال کیا۔ انڈوں پر مرغی بیس اکیس دن بیٹھتی اور آزادانہ نقل و حرکت ترک کرتی ہے جو اگر دوسرے وقت میں کوئی زبردستی کسی جگہ بیٹھنے کا مرغی کو پابند کرنا چاہے تو پابند نہ ہوگی۔ پھر اس مرغی کو یہ بتلانا کہ انڈے میں بچہ نکلنے کا وقت پہنچ گیا ہے۔ پھر مرغی کا اس بچے کو غذا پیش کرنا اور سردی سے بچاؤ اور خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے بال و پر کے نیچے چھپائے رکھنا یہ سب الہامات الٰہیہ جو خدائے حکیم مرغی کے دل و دماغ میں ڈالتا ہے۔ سب وجود باری تعالیٰ پر دلالت کرتے ہیں۔

۱۱۔ دلیل نباتی | ابونواس اور سعدی رحمہا اللہ علیہما نے نباتات سے خدا کی ہستی پر استدلال کیا ہے۔ ابونواسؒ نے کہا ؎

تامل فی نبات الارض وانظر ۔۔۔ الی آثار ما صنع الملیک

عیون من لجین شاخصات ۔۔۔ وازھار کما الذھب السبیک

علی قضب الزبرجد شاھدات ۔۔۔ بان اللہ لیس لہ شریک

سعدیؒ کہتے ہیں ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ۔۔۔ ہر ورق دفتریست معرفت کردگار

نباتات کا تخم ایک، پانی ایک، مٹی ایک، پھر اس میں سے کچھ جڑھ کچھ پوست کچھ شاخ کچھ پھول اور کچھ تنہ و خار بن جاتے ہیں۔ یہ مختلف کاریگری صانع حکیم کا فعل ہے، جو خدا ہے۔

۱۲۔ دلیلِ عنکبوتی | مکڑی کے جالے کا ہر ایک تار چار تاروں سے مرکب ہے۔ اور ان چار تاروں میں سے ہر ایک چار ہزار تاروں سے مرکب ہے۔ یعنی ہر ایک تار سولہ ہزار تاروں کا مجموعہ ہے۔ اور پھر انتہائی باریک ہے۔ اگر کسی بڑے انجنیر کو وہ مادہ دیا جائے جس سے وہ تار بنتا ہے تو وہ ہرگز نہیں بنا سکے گا۔ کیونکہ اس قدر حقیر اور کم مادہ سے سولہ ہزار تاروں کا مجموعہ ایک باریک تار بنا دینا بڑا عظیم کارنامہ ہے، پھر اس جالے میں مختلف ہندسی اشکال ہیں۔ کیا یہ تمام کاروائی جو مکڑی جالا بنتے وقت وجود میں لائی یہ بغیر الہام الٰہی کے ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس لئے باری تعالیٰ کا وجود ثابت ہوا۔ (تفسیر طنطاوی ص ۲)

۱۳۔ دلیلِ لسانی | اولادِ آدم جو زمین پر آباد ہے، وہ اپنے مقصد کو اپنی زبان کے ذریعہ ظاہر کرتی ہے۔ جو اس نے اپنے والدین سے سیکھی ہے۔ والدین نے اپنے والدین سے علیٰ ہذا القیاس اوپر تک زبان سیکھنے کا یہ سلسلہ پہنچتا ہے۔ اب اوّل انسان جس پر دونو فلسفوں کا قدیم ہو یا جدید اتفاق ہے کہ پہلا انسان جس سے پیشتر اور کوئی انسان نہ تھا۔ وہ خواہ دستِ قدرت سے پیدا ہوا یا بقولِ ڈارون بشکل ارتقاء، دونو صورتوں میں سوال ہوگا کہ اوّل انسان نے بولی اور زبان کس سے سیکھی کیونکہ اس سے پیشتر تو کوئی انسان تھا ہی نہیں۔ تو جواب یہی ہوگا۔ کہ پہلے انسان کو زبان اور بولی کا علم خداوند تعالیٰ کے الہام سے حاصل ہوا۔ اس لئے خدا موجود ہے۔

۱۴۔ دلیلِ ارتقائی | انسان قدرت کا شاہکار ہے لیکن حیات ایک شعلہ ہے۔ جو موت کے ایک جھونکے سے ختم ہو جاتا ہے۔ لہذا ابدیتِ حیات ضروری ہے جس کی تحصیل کے لئے پانچ منازل کو طے کرنا لازمی ہے۔

۱۔ شخصی انا ۔ ۲۔ ملی انا ۔ ۳۔ انسانی انا ۔ ۴۔ کائناتی انا ۔ ۵۔ الٰہی انا ۔

شخصی انا کا مقصد یہ کہ شخص کی حرکات و اعمال کے لئے ایک بلند مقصد متعین کیا جسکی وجہ سے جذبات کی تحدید پیدا ہو۔ اور اعمال کا تناقص رفع ہو۔ قرآن نے واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ۔ کے ذریعہ جذبات و خواہشاتِ شخصی کو خوفِ مجازاتِ اعمال کے تحت محدود کیا ہے۔ اور اعمال میں تناقص رفع کر کے یگانگت پیدا کی۔ اور اس کے لئے مقصد تعمیر شخصیت برنگِ صلاح متعین کیا۔

ملی انا کے لئے افرادِ ملت کے تناقص اعمال کو ختم کرنا ہے اور شخصی مفادات کو ملت کے مفادِ اجتماعی میں مدغم کر کے مقصدِ ملت کو متعین کرنا ہے۔ قرآن نے اسی ملی انا کے مقصد کو اس آیت

واضح کیا ہے : وتعاونوا بالبر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ کہ افرادِ ملت بالجملہ تعاون حق کے لئے صرف ہو اور تعاون باطل سے کنارہ کش ہوں۔

انسانی انا کا مقصد یہ ہے کہ تمام اقوام عالم کے مقاصد کو ایک عظیم انسانی مقصد کے تحت منظم کیا جائے اور واحد انسانی مفاد کو تمام افراد انسان کے لئے نصب العین قرار دیا جائے۔ تاکہ بین الاقوامی متضاد مفادات ایک ہی انسانی مقصد عظیم کے تحت منظم ہو کر سب انسانوں میں فکر و عمل کی یگانگت پیدا کر کے اقوام عالم کے باہمی فسادات اور محاربات کا خاتمہ کیا جائے۔ قرآن نے اسی وحدتِ مقصد کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔" اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ماں باپ سے پیدا کیا۔ اور بنایا تم کو قومیں اور ذاتیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو بیشک تم میں عزت مند وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ پابندِ حق ہے۔

اس آیت میں وحدتِ بشری کا اعلان ہے۔ کہ سب انسان درحقیقت ایک ماں باپ آدم و حوا علیہما السلام کی اولاد ہے۔ اور سب ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں۔ ایک اللہ کی زمین پر آباد ہیں۔ لہٰذا سب انسانی مصلحت کے لئے کوشاں رہیں۔ نسلی اور جغرافیائی تفریق سے بچیں۔ کہ یہ تفریق محض تعارفی ہے۔ تجارتی نہیں۔ جسکی وجہ سے تم جنگیں برپا کرو۔ عزت، غلبہ، اور قوت سے وابستہ نہیں۔ انصاف اور حق پرستی سے وابستہ ہے۔ یہ وہ انسانی انا ہے، جس سے تمام اقوام ایک انسانی وحدت میں مدغم ہو جاتی ہے۔ اور تمام مظالم اور خونریزیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

کائناتی انا :- تمام کائنات عالم بھی ایک وحدت ہے، جو انسان کی منفعت اور خدمت کے فرائض انجام دے رہی ہے۔ وسخر لکم ما فی السمٰوات والارض۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات عالم کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ لہٰذا اس کو مفاد انسانی میں صرف کرنے کی کوشش کرو۔ تعصب استعمار اور اختصاصِ فوائد کے مذموم مقصد سے اجتناب کرو۔ اور کائناتِ عالم کے بیشمار فوائد کو نفعِ انسانی کے عمومی فائدہ بھی مدغم کرو۔

الٰہی انا :- اس کائناتی انا کے بعد الٰہی انا کیطرف انتقال کرو۔ وہ یہ ہے کہ تمام اقوام دائم اور افرادِ بشر کائناتی مقصد مشترک کو رضاء الٰہی کے مقصدِ مشترک میں مدغم کر دیں۔ سب کی حرکات و اعمال رضاء الٰہی کے مقصد اور اس کے قانونِ عدل کی اطاعت میں صرف ہو، جس کا واحد ذریعہ ایمان و عمل صالح ہے۔ اس سے انسان کائنات عالم سے بلند ہو کر خالقِ کائنات سے مربوط ہو جاتا ہے۔ اور اس کی حیاتِ فانی اپنے خالق سے مشابہت اور مناسبت کی وجہ سے حیاتِ ابدی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اللہ ابدی کیطرح انسان اپنی زندگی کو ابدی بنا سکتا ہے ؎

(باقی آئندہ)